مواعظِ اختر نمبر ۱۷

لذتِ دردِ محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

hazratmeersahib.com

لذتِ دردِ محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: لذتِ دردِ محبت

نامِ واعظ: محبی و محبوبی مرشدی و مولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجدد دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ وملفوظات: ۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۸ء مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد نماز فجر

مقام: جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ

موضوع: محبتِ الٰہیہ کی لذت

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

لذتِ دردِ محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

کامل دیوانۂ حق وہ ہے جو دیوانہ گر بھی ہو

آپ کو کمیاتِ شرعیہ تو کتابوں اور مدارس سے مل جائیں گی لیکن کیفیاتِ احسانیہ اہل اللہ کے سینوں سے ملیں گی، بغیر کیفیتِ احسانی کے آدمی کا نہ ایمان حسین ہے، نہ اسلام حسین ہے۔ جب سالک دل میں اللہ کو پا جاتا ہے یعنی اسے یہ مقام حاصل ہوجاتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو اس کا ایمان اور اس کا اسلام حسین ہوجاتا ہے اور صرف حسین نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کے ایمان و اسلام کو بھی حسین کرتا ہے۔ احسان بابِ اِفعال سے ہے، بابِ اِفعال میں متعدی شان ہوتی ہے یعنی آگ لگی بھی ہے اور لگاتا بھی ہے، دیوانہ بھی ہے اور دیوانہ سازی بھی کرتا ہے، جو دیوانہ دوسروں کو دیوانہ نہ بنا سکے وہ دیوانہ کہاں ہے، روحانی بالغ وہی ہے جس کی صحبت سے دوسرے لوگ بھی بالغ ہوجائیں، ایسا دردِ دل ہو جس کے سامنے ساری دنیا کی لیلائیں نظروں سے گر جائیں، جو اللہ کی محبت کی تقریر شاندار دردِ دل سے کرے تو دنیا کی ساری لیلائیں اس کی نگاہوں سے گر جائیں، سورج اور چاند کی روشنی پھیکی معلوم ہو، سارا عالم نگاہوں سے گر جائے۔

بھئی! اللہ اللہ ہے، ان سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے، ظالم ہیں وہ جنہوں نے دنیا کی زندگی سے فائدہ نہ اٹھایا، امپورٹ ایکسپورٹ کے آفس

بنے رہے، کھاتے رہے اور لیٹرین میں جا کر نکالتے رہے، اِدھر سے کھایا اُدھر سے نکال دیا، اور حسینوں کے چکر میں رہے، مُردوں سے چپٹے رہے۔ آہ! یہ کیا زندگی ہے، یہ انگور کے وہ کیڑے ہیں جو پتے پر جان دے دیتے ہیں مگر انگور کے پھل تک نہیں جا سکے، انگور کا کیڑا ہرے رنگ کے پتوں کو انگور سمجھ کر زندگی غارت کرتا ہے، اگر یہ ظالم ان ہرے پتوں سے باز آجاتا اور آگے بڑھ جاتا تو انگور پا جاتا، ایسے ہی جن لوگوں نے ان حسینوں سے دل لگایا وہ انگور کے کیڑے کی طرح انگور کے پتوں میں لگے رہے، ان ظالموں نے انگور کا پھل نہ کھایا۔ کاش اللہ سے ملتے تو کچھ اور ہی عالم ہوتا۔

حاصلِ رفاقت

میر صاحب سے کہتا ہوں کہ اگر آپ نے میری آہ کی قدر نہ کی تو مجھے انتہائی غم ہوگا کیونکہ آپ سارے عالم میں میرے ساتھ دستر خوان پر سموسے اور ہری مرچ اور برف کا پانی پی رہے ہیں لیکن جس نے ہری مرچ اور سموسہ پیدا کیا ہے اگر اس حاصلِ رفاقت کو نہ پایا تو مجھے انتہائی غم ہوگا۔ اس لئے اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دل و جان کو ایسا چپکاؤ کہ سارا عالم آپ کو ایک اعشاریہ اللہ سے الگ نہ کر سکے اور اسی مضمون کی دعا بھی مانگو کہ یا اللہ! ہمارے قلب و جاں کو اپنی ذاتِ پاک کے ساتھ اس طرح چپکا لے کہ حسن کا عالم، صدارت کا عالم، وزارت کا عالم، سلطنت کا عالم، چاند و سورج کی روشنی کا عالم، لیلاؤں کا عالم، کوئی بھی عالم ہمیں ایک بال کے برابر آپ سے الگ نہ کر سکے بلکہ ہم کو ایسا کرنٹ دے دیجئے کہ جو ہمیں چھو لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہم کو دیکھ لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری بات سن لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری تصنیف دیکھے وہ بھی آپ سے چمٹ

جائے۔بجلی کا کرنٹ کسی کو لگ جائے تو اس کو چھونے سے تو آدمی مرجاتا ہے مگر آپ کے عاشقوں میں آپ کی محبت کا جو کرنٹ ہے وہ اس سے حیات پا جاتا ہے۔

بتائیے! یہ دعا کیسی ہے کہ اے اللہ! ہماری رگوں میں آپ اپنی تجلیاتِ اجتبائیہ اور شانِ جذب کی تجلی کا ایسا کرنٹ دیجئے کہ جو ہم کو دیکھ لے وہ بھی آپ سے چپک جائے، جو ہماری بات سن لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری تحریر دیکھ لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہمارے مصلے پر نماز پڑھے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری پڑھی ہوئی تسبیح پر ذکر کرے وہ بھی آپ کا بن جائے۔

قربِ حق کی لذت کو دنیا کی کوئی لغت بیان نہیں کرسکتی

آہ!بس کیا کہیں اب آخر میں میں اس مقام پر پہنچتا ہوں جہاں لغت اور الفاظ ہاتھ جوڑتے ہیں کہ اب ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں، اب تم اللہ کی محبت کے بارے میں دعا ہی کرو، بس وہی دل میں ڈال دیں گے تو کام بن جائے گا، یہ ہے وہ مقام جہاں میری زبان قاصر ہوجاتی ہے۔ جہاں مولانا رومی کی زبان قاصر ہوگئی جو بلاغت کے امام تھے۔فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جب اللہ تعالیٰ کی خوشبو عرشِ اعظم سے اس زمین پر جلال الدین رومی کی روح کو آتی ہے تو اتنا مزہ اتنا مزہ اتنا مزہ آتا ہے کہ میں ساری دنیا کی لغت، ساری کائنات کی لغت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی لذت کو بیان نہیں کرسکتا۔ آپ استدلالِ عقلی سے خود سوچ لو کہ حق تعالیٰ کی ذات جو بے مثل ہے اور ان کے نام

کی لذت بھی بے مثل ہے تو لغت اس کو کیسے حل کرسکتی ہے، ہماری محدود لغت حق تعالیٰ کی غیر محدود لذت کو کیسے بیان کرسکتی ہے، یہ ہے وہ طریقہ جو اس دور میں اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا ہے۔

بے زبانیٔ عشق

دیکھئے! میں بار بار لذت کی بات کر رہا ہوں، میں خشک شریعت پیش نہیں کرتا ہوں، ساری لیلاؤں سے زیادہ اپنے مولیٰ کی لذت پیش کرتا ہوں، بتاؤ بھئی! یہ طریقہ خاص ہے یا نہیں؟ لہٰذا میری زندگی کے لئے دعا کرو ابھی اور بھی بہت کچھ نظر آئے گا ان شاء اللہ، بڑے بڑے اہلِ علم کی خدمت کی سعادت ان شاء اللہ اختر کو نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو جس سطح سے میری زبان سے بیان کروا رہے ہیں ان شاء اللہ آپ اس کو بے مثل پائیں گے، کیونکہ اللہ کی ذات بے مثل ہے، ان کے نام کی لذت بے مثل ہے، وہ غیر محدود ہیں، ان کی لذتِ ذکر بھی غیر محدود ہے لہٰذا اختر یہی کہتا ہے ؎

عشق جب بے زبان ہوتا ہے
رشکِ صدہا بیان ہوتا ہے

یہ میرا ہی شعر ہے، جب عشق مجبور ہو جاتا ہے یعنی بے زبان ہو جاتا ہے، اسے لغت نہیں ملتی، الفاظ نہیں ملتے کہ اب کیسے بیان کروں تو سمجھ لو کہ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے کہ میرا بندہ اپنی لغت سے ہار گیا۔ بس جب حق تعالیٰ چاہیں گے کہ میرے اور میرے دوستوں کے دل میں مولیٰ آجائے پھر اللہ تعالیٰ میری مدد کر کے میرے دوستوں کے دل میں نسبتِ خاصہ داخل فرمادیں گے ان شاء اللہ ؎

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں ایک پورے صفحہ پر میرے یہی دو اشعار لکھے ہوئے ہیں، چھاپنے والے نے اس صفحہ پر کوئی اور چیز نہیں لکھی۔ اور یہ دو اشعار مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا ایک جغرافیہ ہے کیونکہ وہ روتے بہت تھے، جب کراچی کی بنوری ٹاؤن کی مسجد میں رونے کی آواز آتی تھی تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ مولانا فقیر محمد صاحب پشاور سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ یہ اصلی مزہ لے لو، دنیاوی لیلاؤں کے فرسٹ فلور میں یہ مزہ تھوڑی ہے۔ مولانا فقیر محمد صاحب نے جہاں نماز کا سلام پھیرا اور رونا شروع کر دیا جیسے بچہ اپنی اماں سے روتا ہے ایسے روتے تھے۔ اسی لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا لقب ''بَکّاء'' رکھا تھا یعنی بہت رونے والا اور دوسرا لقب رونقِ خانقاہ رکھا تھا، فرماتے تھے کہ آگیا میری خانقاہ کی رونق۔ بس اللہ کی یاد میں ان کی عجیب کیفیت تھی، اللہ کا شکر ہے کہ اس بڑی شخصیت نے جب وہ حج کے لیے آئے ہوئے تھے تو کعبہ شریف میں ایک خواب دیکھا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ اختر! آج میں نے تجھ کو خواب میں دیکھا ہے کہ تو بہت لمبا ہے، سفید لباس پہنے ہوئے ہے اور کعبہ شریف میں اللہ کے گھر میں تیرا بیان ہو رہا ہے اور جمِ غفیر لگا ہوا ہے اور جب تو نے مجھ کو دیکھا تو تقریر بند کر کے مجھ سے معانقہ کیا، میں نے کہا کہ اس کی دو تعبیریں ہیں: نمبر ایک، سارے عالم میں ان شاء اللہ اختر کی آہ وفغاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نشر ہوگی کیونکہ خانہ کعبہ مرکزِ کائنات ہے اور ساری دنیا کے عشاق وہاں حاضری دینے آتے ہیں۔ نمبر دو یہ کہ میں اپنے بزرگوں کا ادب بھی رکھوں گا، یہ نہیں کہ آدمی جوشِ تقریر میں سب بھول جائے۔ بھئی! وہ بڑے شخص تھے تو

میں نے اپنی تقریر بند کر کے ان سے معانقہ کرلیا تو آدابِ اکابر کا بھی پاس رہے گا ان شاء اللہ۔ تو مولانا فقیر محمد صاحب نے کعبہ شریف میں جو خواب دیکھا تھا الحمدللہ اس کی برکت سے میں نے کعبہ شریف میں بھی مثنوی کا درس دیا اور قونیہ میں مولانا رومی کی خانقاہ میں اور قبر مبارک کے سامنے بھی اختر نے مثنوی کا درس دیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے شخص تھے کہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے فرمایا کہ میں کلکتہ میں آنکھ کا آپریشن کروا کے آیا ہوں، ہاسپٹل کے ماحول اور نرسوں کی آمد و رفت نے دل کو مکدر کردیا تھا لیکن آج میں نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا بیان سنا تو میرا دل روشن ہوگیا، مولانا کے بیان سے آج میرا دل مجلّٰی ہوگیا۔ تو جس کے ایک بیان سے اتنے بڑے مفتی اعظم ہند کا دل مجلّٰی ہوا اس شخصیت کے ساتھ اللہ نے تین سال مجھے رکھا۔ اور حضرتِ والا مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ آج آپ لوگوں نے مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی کا بیان سنا تو سمجھ لیجیے کہ آج آپ نے مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سن لیا۔ تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کے بزرگ تھے۔

غالباً ۱۹۸۶ء کی بات ہے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہورہی تھی، مولانا بیان کرتے کرتے ایک دم خاموش ہوگئے تو مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا چہرہ دیکھا اور مجھ سے کان میں فرمایا کہ اب مولانا اس عالم میں نہیں ہیں۔ آہ! اللہ نے اس فقیر کو ایسے ایسے اولیاء اللہ کی صحبت نصیب فرمائی، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ! فخر کس بات پر کیا جائے، بس اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کی بشارت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ میں سب سے قوی نسبت کس کی ہے؟ تو مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ پورے انڈیا میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تعلق مع اللہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کسی اور کا نہیں ہے۔ تو ان بزرگ کے ساتھ اللہ نے مجھے تین سال رکھا اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ میں جب میری مثنوی کی شرح سنی تو انگلی سر سے اوپر اٹھا کر دائرہ کی شکل میں گھمائی، ایک اللہ والے کا اس طرح انگلی گھمانا معمولی بات نہیں تھی۔ میں نے بعد میں ایک مرتبہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! آج کل بہت سے ملکوں میں مجھے بلایا جارہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تجھے یاد نہیں میں نے کعبہ شریف میں، اللہ کے گھر میں انگلی گھمائی تھی اور اشارہ کیا تھا کہ تجھ سے سارے عالم میں کام ہوگا ان شاء اللہ۔

ایک مبارک خواب کی تعبیر

اور ایک خواب میں نے بھی دیکھا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرا معانقہ ہو رہا ہے اور ہم دونوں اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے زمین پر گر گئے، وہ اُدھر ہنس رہے ہیں، میں اِدھر ہنس رہا ہوں، پھر انہوں نے مجھ سے انگریزی میں کوئی بات کہی تو جب میں بیدار ہوا تو میں نے سوچا کہ مولانا تو انگریزی نہیں بولتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کسی انگریز ملک میں مجھ سے کام لیا جائے گا تو آج جنوبی افریقہ کے اندر دیکھ لو کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

خدمت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ آپ نے پانچ منٹ کہا تھا لیکن یہاں تو پندرہ منٹ ہو گئے، لیکن ان کی اس طلب سے میرا دل خوش ہوا اور میں اللہ سے مانگتا ہوں، ان سے نہیں کہتا، خدائے تعالیٰ سے کہتا ہوں ؎

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لئے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

حضرت والا کا کمالِ اخلاص

میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کے علم میں اختر سے جن کا تعلق میرے اور میرے احباب کے لئے مفید ہو ان کو مجھ سے جوڑ دیجیے اور آپ کے علم میں اختر سے جن کا تعلق مفید نہ ہو تو اے خدا! آپ ان کو اس جگہ پہنچا دیں جو ان کے لئے مفید ہو۔ آپ بتاؤ! اس سے زیادہ اخلاص اور کیا پیش کر سکتا ہوں۔ بتائیے! میری یہ دعا کیسی ہے کہ اے اللہ! آپ کے علم میں جن کا جُڑنا میرے لئے اور ان کے لئے مفید ہو ان کو مجھ سے جوڑ دیجئے، اور آپ کے علم میں جن کے لئے میری خدمت مفید نہ ہو تو آپ ان کو وہاں پہنچا دیجئے جہاں ان قسمت میں مفید لکھا ہو، کیا یہ اخلاص نہیں ہے؟ میرے نزدیک تمام طالبین مخلصین، شہزادے ہیں، میں ان شہزادوں سے زیادہ محبت کرتا ہوں، شہزادوں کا جہاں زیادہ فائدہ ہو اے خدا! ان کو ان کے فائدہ کے لئے وہاں تعلق عطا فرما مگر جلے بھنے دل سے اتنا ضرور کہتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے عشق و محبت کے کچھ جلے بھنے دل جن کو مجھ سے مناسبت بھی ہو تو گروہِ عاشقاں کا ایسا ایک طبقہ اختر کو عطا فرما جو سارے عالم میں اختر کے ساتھ سفر کرے اور وہ بھی میرے ساتھ سفر کریں اور اللہ ہمیں ہر زبان میں اپنی محبت کی خوشبو سارے عالم میں نشر کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور توفیق مانگتا ہوں کیونکہ اکیلے سفر میں مزہ نہیں ہے۔ اگر اللہ کے عاشقوں کا ایک طبقہ مجھے مل جائے

تو میں ایک دن بھی گھر میں نہ بیٹھوں ان شاء اللہ سارے عالم میں اللہ کی محبت نشر کرنے کے لیے سفر کرتا رہوں۔

دردِ نشر محبت الٰہیہ

مجھے اپنے کمرہ سے پتہ نہیں کیوں بہت زیادہ محبت ہے، اس میں مدینہ شریف کی ایک عجیب تصویر ہے کہ اس کی لائٹ جلا دو تو پورا مدینہ شریف سامنے آجاتا ہے لیکن رات کو اللہ نے یہ مضمون مجھے عطا فرمایا کہ میرے دین کی اشاعت اور میری محبت کی خوشبو کے نشر کے لئے اور میرے بندوں کو مجھ پر فدا کرنے کے مضامین کے مقابلہ میں تم اپنی جائے رہائش کو یاد مت کیا کرو کیونکہ اس وطن سے تمہارا خروج بھی ہوگا اور اخراج بھی ہوگا، خروج روح کا ہوگا اخراج تمہارے جسم کا ہوگا۔ وہی لوگ تم کو یہاں سے نکالیں گے جن کے لئے تم مر رہے ہو، بچے پوتے بیوی سب یہی کہیں گے کہ ارے بابا کو جلدی قبرستان بھیجو کہیں لاش پھٹ نہ جائے۔ تو یہ عجیب وغریب مضمون ہے، اس نے میرے قلب سے اس کمرہ کی محبت کا وہ اثر نکال دیا یعنی اب میرا دل بالکل فارغ ہوگیا ہے، مجھ کو جہاں چاہو لے چلو، اللہ میری جان میں کروڑوں جان ڈال دے تاکہ میں ہر جان اللہ پر فدا کروں، جان تو وہی ہے جو مالک پر فدا ہوجائے، وہ جان کیا ہے جو دنیا پر فدا ہو، یہ جانوروں والی جان ہے، اللہ والوں کی جان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر فدا ہوتی ہے۔ دیکھو! اب جہاں جہاں سفر کررہا ہوں اللہ اپنے عاشق دے رہا ہے یا نہیں؟ ورنہ یہ آسان کام نہیں ہے کہ مہتمم اپنے مدرسہ کو یا مدرس اپنی تدریس کو چھوڑ کر آجائے۔ مولانا ایوب صرف میری محبت میں یہاں آگئے، یہ ترکیشور کے شیخ الحدیث رہے ہیں، تقریباً سو شاگرد ان کے یہاں موجود ہیں، میں ٹورنٹو کینیڈا گیا تو وہاں بھی ان کے شاگرد ملے، بس اللہ تعالیٰ کی محبت اور

دل کی مناسبت کی بات ہے، جیسے بلڈ گروپ یعنی خون کے گروپ ملتے ہیں ایسے ہی روحانی گروپ بھی ملتے ہیں، حالانکہ یہ میرے شیخ کے خلیفہ ہیں لیکن میرے ساتھ ان کو اتنا مزہ آیا کہ لندن سے کینیڈا ٹورنٹو اور ایڈمنٹن تک ٹن ٹن کرتے ہوئے گئے۔ میں نے ایڈمنٹن والوں سے کہا کہ میں تمہارے لئے ایڈ لایا ہوں اور تمہارا من یعنی دل جو ہے اس میں ٹن ٹن داخل کروں گا، ٹن ٹن معنی خوشی ہے جیسے کہتے ہیں نا کہ آج کل طبیعت ٹناٹن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، کتنا ہی بڑا دہریہ ہو، مسٹر ہو جس کو ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی پر ناز ہو اور وہ امریکہ، لندن اور جرمنی کی ڈگریاں لئے ہو، ان کے سامنے میری ایک تقریر کرادو اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دردِ دل کے ساتھ بیان کرادیں، پھر وہی شعر پڑھتا ہوں ؎

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو! راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یقین ہے کہ ساری دنیا کے بادشاہ بھی اگر بیٹھے ہوں اور ہر زبان میں میرے بیان کا ترجمہ کردیا جائے تو کچھ تو میری آنکھوں سے اور میرے دردِ دل سے مست ہوں گے اور کچھ ترجمہ سے مست ہوجائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

تو مولانا میرے ساتھ امریکہ، انٹلانٹا، بفیلو اور ڈیٹورائٹ تک گئے۔ اور میں نے ڈیٹورائٹ والوں سے کہا کہ تمہاری ڈیٹ رائٹ نہیں ہے، کھا رہے ہو اور ہگ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہو، ارے تمہاری ڈیٹ رائٹ جب ہوگئی جب تم اللہ پر فدا ہوگے، اس وقت تم ڈیٹورائٹ نہیں ہو بلکہ پیٹو فائٹ ہو یعنی پیٹ کے لئے لڑ رہے ہو اور لیٹو سائٹ ہو کہیں سائٹ میں لیٹ جاتے ہو، پلیٹ کو پیٹ میں سمیٹ لیتے ہو، پھر فلیٹ میں جا کر لیٹ جاتے ہو۔ تو وہاں کافی لوگ مجھ سے بیعت ہوئے، داخلِ سلسلہ ہوئے اور کہنے لگے کہ

اتنا مزہ تو ہمیں زندگی میں کبھی نہیں آیا۔ تو میرے شیخ کے صدقہ اور طفیل میں اللہ کی محبت کو اور شریعت کو لذیذ کر کے پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دی ہے۔

خود اپنا درد کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

اسی لیے یہ کہتا ہوں کہ میرے بلب میں میرے شیخ کے پاور ہاؤس سے بجلی آتی ہے۔ بس کیا کہیں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو پورا بیان نہیں کر سکتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بعشق آید خجل باشد ازاں

اے دنیا والو! جلال الدین رومی کی زبان اور اس کے قلب و جان اللہ کی محبت کی جو شرح بیان کرتے ہیں لیکن جب دوبارہ عشق مجھ پر غالب ہوتا ہے اور میں جب دوبارہ اللہ کی محبت کی شرح بیان کرتا ہوں تو پچھلی تقریر سے میں شرمندہ ہوجاتا ہوں، ایسا لگتا ہے جیسے آج کی تقریر زیادہ زوردار ہے۔ اب اس کے بعد جب دوبارہ بولوں گا تو معلوم ہوگا کہ یہ پچھلی تقریر سے زیادہ زوردار ہے۔ مولانا رومی سے میری عاشقی اور روحانی ملاقات بچپن سے صرف اس شعر کی بنیاد پر ہوئی ؎

سینہ خواہم شرح شرح از فراق
تا بگویم شرح از درد اشتیاق

اے خدا! جلال الدین کا سینہ اپنی محبت، اپنے عشق اور اپنی جدائی کے غم سے ٹکڑے ٹکڑے کر دے یعنی آپ نے ہمیں اپنے سے دور کر کے اس دنیا میں جو بھیجا ہے، تو اپنی جدائی کے اس غم سے میرا سینہ ٹکڑے ٹکڑے کر دے تاکہ جب میں آپ کی محبت کی شرح بیان کروں تو اس میں میرا دردِ دل بھی شامل ہو۔ میرے اشعار کو سنو غور سے تب دیکھو گے کہ اس میں خدا کی محبت کا دردِ دل بھی

شامل ہے۔

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

کیا یہ شعر کوئی خشک زاہد کہہ سکتا ہے؟ جسے اللہ کی محبت کی پیاس ہو اور اس کا مزاج عاشقانہ ہو تو اس سے میری قدر پوچھو، جس کے دل میں عشق ومحبت کا مادّہ ہی نہ ہو وہ بیشک مجھے حقیر سمجھ سکتے ہیں لیکن جن کے قلب میں اللہ نے اپنے عشق ومحبت کا مادّہ رکھا ہے، وہ اختر پر فدا ہوتا ہے، سارے عالم میں جہاں میری تقریر ہوتی ہے وہاں کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے کلکتہ میں علماء سے فرمایا تھا کہ اختر اپنی تقریر میں بریانی کھلاتے ہیں۔ تو میرے شیخ نے میری تقریر کا نام بریانی رکھا ہے۔ حضرت نے کلکتہ کی مسجد میں میرا بیان کروایا، وہاں میں نے اسی شعر پر تقریر کی کہ دیکھو اگر تمہارے جسم میں سو کانٹے چبھے ہوئے ہیں اور ننانوے کانٹے نکال دو مگر ایک کانٹا نہ نکالو تو اس کانٹے کا درد تم کو بے چین رکھے گا۔ اسی طرح اگر سو گناہوں کی عادت ہے اور ننانوے گناہ چھوڑ دیئے مگر ایک گناہ نہ چھوڑا تو تمہاری زندگی کیسی ہوگی؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

گر گرفتارِ صفاتِ بدشدی
ہم تو دوزخ ہم عذابِ سرمدی

اگر تم بری عادت کے عادی رہو گے تو اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے تمہاری گناہ کی ایک عادت بھی اپنی ذات میں خود دوزخ ہے۔ بس بیان کے بعد سب نے حضرتِ والا ہردوئی کو گھیر لیا اور کہا کہ حضرت ان کے بیان کے بعد آپ کو ہم جانے نہیں دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی ہم کو اپنے مدرسہ کا معائنہ کرنے جانا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو ان کا ایک بیان اور کرائیے۔

توحضرت ہنسے اور خوش ہوئے جیسے کسی کے بیٹے کی کوئی تعریف کرے تو باپ خوش ہوتا ہے، تو اگر شیخ کے احباب سے دین کا کام ہوتو کیا وہ خوش نہیں ہوگا۔ توحضرت خوش ہوئے، مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے بھی یہی امید تھی کہ اس کا ایک بیان سننے کے بعد یہ سب لوگ پھر خوشامد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ !اے اللہ! میری مٹی میں کیا ہے، بس سب آپ ہی کا کرم ہے۔ بس اب دو رکعت پڑھو پھر اس کے بعد ہمیں تھوڑی دیر کے لئے کہیں جھیل یا باغات وغیرہ میں لے چلو جو قریب ہوں۔

۹ بجے صبح، جھیل کنارے ارشادت

دنیا میں خالقِ جنت کا حصول

مچھلی ہر وقت پانی میں رہتی ہے، اس سے الگ نہیں ہوسکتی، اس کو پانی سے دوری میں موت نظر آتی ہے۔ اسی طرح اللہ والے ہیں ؎

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

اللہ والے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے دریا کی گہرائیوں میں رہتے ہیں۔ اور مچھلیاں پانی میں کہاں رہتی ہیں؟ گہرائی میں رہتی ہیں، تھوڑے پانی میں نہیں رہتیں کہ ان کو سورج کی گرمی گرم کردے۔ اسی طرح اللہ والے اتنا زیادہ ذکر کرتے ہیں، اللہ کو اتنا یاد کرتے ہیں کہ ان کے پاس یادِ الٰہی کا ایک دریا ہوتا ہے، تھوڑے پانی میں تو مچھلی کا شکار ہوجاتا ہے، لوگ مچھلیوں کو بغیر جال کے ایسے ہی پکڑ لیتے ہیں، اس لئے اللہ کی یاد کی گہرائیوں میں رہو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است

ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے۔

مار را با او کجا ہمراہی است

سانپ کو یہ مقام کہاں مل سکتا ہے کہ ہر وقت پانی میں رہے۔ جن کے اندر نفس کا زہریلا مادّہ ہے تو وہ خانقاہوں سے زہر کی تھیلیاں نکلوائیں، سانپ کے منہ میں زہر کی ایک تھیلی ہوتی ہے جسے دانت توڑ کے نکال لیتے ہیں، پھر سانپ ڈستا نہیں، تو اپنے نفس کے زہر کی تھیلی نکلوالو، اللہ والوں سے تزکیۂ نفس کرالو پھر ہر وقت اللہ کے قرب میں رہو گے اور ایک سانس بھی اللہ سے غافل نہیں رہو گے اور جنت تو دور ہے، دنیا ہی میں خالقِ جنت کو پا جاؤ گے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت تو ادھار رکھی ہے لیکن اپنی ذاتِ پاک کو ادھار نہیں رکھا، اپنی ذات کو نقد پیش کیا ہے کہ جنت تو اُدھار ہے مگر تمہارا مولیٰ تو اُدھار نہیں ہے:

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾

(سورۃ الحدید، آیت:۴)

وہ تو ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

قلب ونظر کی حفاظت کا ایک عجیب مراقبہ

اسی لیے کہتا ہوں کہ اگر ان گوروں کو دیکھو گے تو گور میں داخل ہو جاؤ گے، گور کے معنی قبر ہیں اور قبرستان کو گورستان بھی کہتے ہیں۔ بھئی! زندوں کو دیکھو یعنی اللہ والوں کو دیکھو، یہ زندہ لوگ ہیں، اللہ والے حیاتستان ہیں اور یہ نامحرم لوگ جن کو دیکھنا حرام ہے یہ گورستان ہیں۔ لیکن ان گورے کافروں سے نفرت مت کرو، ان کے کفر سے تو نفرت کرو مگر ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ اے خدا! یہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کافروں کو ایمان دے دے، تو یہ دعا کرو تا کہ ان سے نفرت نہ ہو۔ تو اللہ سے جب رجوع ہو جاؤ گے تو

ان سے خود ہی دل کٹ جائے گا اور جب ان کو دیکھو تو یہ دعا بھی پڑھ لو:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا))

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا رأی مبتلی، ج:۲،ص:۱۸۱)

تو یہ مراقبہ بہت مفید ہوجاتا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ بتایئے! پیغمبر کی اولاد کو بری نظر سے دیکھنا کیسا ہے؟ تو اس مراقبہ سے دل میں ہیبت آئے گی کہ بھئی یہ نبی کی اولاد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، تو پیغمبر کی بیٹیوں کو اور پیغمبر کی اولاد کو بری نظر سے دیکھنے سے توبہ کرلو اور نظر ہٹالو لیکن اگر ان کو دیکھا تو پیغمبر کو بھی بھول جاؤ گے، اس لئے انہیں دیکھو ہی مت، نظر جھکا کر بات کرو۔

أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ... الخ کی شرح

حدیثِ پاک میں مہمان کے لیے ایک دعا آئی ہے، جب وہ میزبان کے یہاں کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے:

((أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ)

یعنی نیک لوگ آپ کا کھانا کھائیں اور فرشتے آپ کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور روزہ دار آپ کے دستر خوان پر افطار کرتے رہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس دعا میں دو نعمتیں ہیں یعنی اللہ رزقِ ظاہری بھی خوب دے تاکہ دوسروں کو کھلاسکیں اور رزقِ باطنی بھی دے کیونکہ جب نیک بندے اس کے یہاں کھانے آئیں گے تو اس کو اہل اللہ کی صحبت

نصیب ہوگی۔ تو اس دعا کے بطن اور باطن میں دو نعمتیں ہیں، نعمتِ بطن بھی ہے اور نعمتِ باطن بھی ہے، نعمتِ بطن رزق کی برکت ہے اور نعمتِ باطن اہل اللہ کی صحبت ہے أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ جب نیک بندے آئیں گے تو اُن کے باطن کو اِن سے نور ملے گا اور جب آپ کھلائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس رزق میں بھی برکت دیں گے۔ تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان کو دو دعائیں دے دیں کہ تمہارا باطن انوارِ ابرار سے معمور ہوجائے اور تمہارے بطون ارزاقِ الٰہیہ سے معمور ہوجائیں۔

یَا مُقِیتُ کے معنیٰ

بمبئی میں صوفی عبدالرحمٰن صاحب قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، انہوں نے مجھ سے ناشتہ پر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے یَا مُقِیتُ اس کے کیا معنی ہیں؟ میں نے کہا کہ ان شاء اللہ کل بتاؤں گا، تو میں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح دیکھی تو اس کی جلد نمبر ۵ میں اسمائے الٰہیہ کی شرح میں اس کے معنی مل گئے۔ دوسرے دن میں نے ان کو بتایا کہ یَا مُقِیتُ کے معنی ہیں یَا خَالِقَ الْأَقْوَاتِ الْبَدَنِيَّةِ وَالْأَرْزَاقِ الْمَعْنَوِيَّةِ یعنی اللہ جو خالق ہے ہمارے جسم کے مقویات اور طاقت کی غذاؤں کا، اقوات جمع ہے قوت کی یعنی مُقَوِّیُ الْاَبْدَانِ جس سے جسم کو طاقت آئے اور جو روحانی رزق بھی دیتا ہے یعنی اپنی محبت و معرفت کے لئے ایسے اشخاص پیدا کرتا ہے جن کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا رزقِ روحانی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ سے تو رزقِ ظاہری دلواتے ہیں اور مشائخ سے اور اللہ والوں سے رزقِ باطنی دلواتے ہیں۔

کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ پر علمِ عظیم

اسی طرح کھانا کھانے کے بعد کی دعا ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ))

(سنن الترمذی، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج:۲، ص:۱۸۴)

اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا تو یہاں مسلمین کیوں آیا ہے؟ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ اسلام ایک ایسی نعمت ہے جس کا تسلسل کی وجہ سے ہر وقت احساس نہیں رہتا کیونکہ ہم مسلسل مسلمان ہیں لیکن جب بھوک لگتی ہے تو پیٹ کا احساس ہوتا ہے لہٰذا محسوس نعمت سے غیر محسوس نعمت کی طرف لگا دیا جس کی بھوک نہیں لگتی یعنی اسلام کا بھی شکریہ ادا کرو، جب تم بھوکے ہوتے ہو تو روٹی مانگتے ہو لہٰذا جب روٹی کی نعمت کا شکر ادا کرو تو اس کے ساتھ ہی اسلام کی نعمت کا بھی شکریہ ادا کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے اختر کو، حضرت تھانویؒ کے ایک ادنیٰ غلام کو ایک عظیم علم اور عطا فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ۝﴾

(سورۃ المرسلات، آیت:۴۶)

یعنی کافروں کے لیے فرمایا کہ تم مجرمانہ کھا رہے ہو۔ لیکن مسلمانوں کے کھانے پینے کے لیے یہ فرمایا کہ تم مسلمون ہو کر کھا رہے ہو، شکر کرو کہ تم مجرمون نہیں ہو، تم مسلمانہ کھا رہے ہو، حالتِ اسلام میں کھا رہے ہو۔ تو یہ تعجب نہ کرو کہ ہم حکیم الامت سے بڑھ گئے، اصل میں سب کا مبداء فیاض ایک ہی ہے، جس مبداء فیاض سے حکیم الامتؒ کو عطا ہوا اسی مبداء فیاض سے ہمیں بھی کچھ عطا فرما دیا تو اِس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

علامہ آلوسیؒ کی بیان کردہ صدیقین کی تین تعریفیں

جیسے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے صدیقین کی تین تعریفیں فرمائی ہیں:

نمبر ا۔ اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ

(روح المعانی، ج ۱۳، ص ۷۸)

صدیقین اولیاء اللہ کا وہ اونچا طبقہ ہے جن کی زبان اور دل ایک ہوتا ہے، ان کا قال اور حال ایک ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاھِرِہٖ

(ایضاً)

جن کا باطن ظاہری ماحول سے متأثر نہیں ہوتا، وہ ہر جگہ غالب رہتے ہیں۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

تو صدیق کی نسبت مع اللہ اتنی قوی ہوتی ہے کہ سارے عالم میں کسی ظاہری جغرافیہ سے ان کی تاریخِ وفاداری تبدیل نہیں ہوتی یعنی وہ جفا کاری میں مبتلا نہیں ہوتے۔

نمبر ۳۔ اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ

(ایضاً)

وہ دونوں جہان اپنے مالک پر فدا کرتے ہیں، یہ جہاں تو فدا کرتے ہی ہیں، جہانِ آخرت بھی فدا کرتے ہیں۔ اور جہانِ آخرت کیسے فدا کرتے ہیں؟

(ایک صاحب جو دیر سے آئے ان کی رعایت سے یہ تقریر دوبارہ فرمائی) تم کہاں چھپے ہوئے تھے؟ میں نے ان سے کہا ہے کہ دیکھو کھانے کے بعد کی دعا میں سکھایا گیا ہے کہ یوں کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ تو اس دعا میں راز یہ ہے کہ تم یہ شکریہ ادا کرو کہ کافر لوگ تو مجرمانہ کھا رہے ہیں اور تم حالتِ اسلام میں کھا رہے ہو، تو اِدھر توجہ دلائی گئی ہے۔

نمبر دو یا مُقِیْتُ کے معنی یاد کر لو یا خَالِقَ الْاَقْوَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ وَالْاَرْزَاقِ

الْمَعْنَوِيَّةِ ان غذاؤں کے خالق جو ہمارے جسم کو طاقت دیتی ہیں اور اس رزق کے خالق جس سے روح میں ترقی ہوتی ہے، محبت ومعرفت کی غذا بھی اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔ اور اولیاء اللہ کا سب سے اونچا طبقہ صدیقین ہے۔ آپ اور ہم کوشش کریں کہ اولیاء صدیقین کی آخری خطِ انتہا کو چھو کر پھر اللہ کے پاس جائیں تاکہ غم نہ رہے کہ آہ ہم اتنا پیچھے رہ گئے۔ اور صدیق کی تعریف کیا ہے؟ جب تعریف معلوم ہوگی تو شوق پیدا ہوگا، تو صدیق کی تین تعریفیں جو علامہ آلوسی مفسرِ عظیم نے کی ہیں وہ سنو پھر ایک تعریف اس غلام علامہ آلوسی کی بھی عرض کروں گا، پھر قدر کرو گے کہ اللہ تعالیٰ اختر سے کیا کام لے رہا ہے۔ نمبر ۱: اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ جس کی زبان اور جس کا دل ایک ہو۔ نمبر ۲: اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاہِرِہٖ جس کا ایمان اور نسبت مع اللہ یعنی اللہ سے اتنا قوی تعلق ہو کہ ظاہری جغرافیوں سے اس کی تاریخِ وفاداری متاثر نہ ہو، لندن کا ایئرپورٹ ہو یا کہیں بھی ہو، بیرونی جغرافیوں سے اس کی تاریخِ وفاداری متاثر نہ ہو یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہو۔ نمبر ۳: اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ جو ہر سانس دونوں جہاں اللہ پر فدا کرتا رہتا ہے، دنیا تو فدا کرتا ہے مگر آخرت کیسے فدا کرتا ہے؟ جملہ نیک اعمال میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اور جنت کو درجۂ ثانوی میں رکھتا ہے، یہ گویا اس نے آخرت کو اللہ پر فدا کردیا۔

آخرت فدا کرنے کا مطلب

ایک عالم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ہم دنیا تو اللہ تعالیٰ پر فدا کردیں مگر آخرت کیسے فدا کریں؟ کیا ہم جہنم میں چلے جائیں؟ میں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرو، جنت کو ثانوی رکھو اور اللہ کی رضا کو اوّل رکھو۔ اس نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا کہ دلیل یہ حدیث ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ))

(تفسیر اللباب لابن عادل، تحت سورۃ الفتح، اٰیۃ:۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی رضا پہلے مانگی جنت بعد میں مانگی تو اس سے معلوم ہوا کہ درجۂ اولیٰ اللہ کی رضا کو رکھو۔ یہ کہو کہ یا اللہ! ہمارے نزدیک آپ کی رضا آپ کی جنت سے زیادہ افضل ہے اور دوزخ کے ڈر کی وجہ سے گناہ نہیں چھوڑو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے چھوڑو، اس کی دلیل ہے وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ یعنی اے اللہ! آپ کی ناراضگی سے بچنا، آپ کا ناخوش ہونا جہنم سے زیادہ عذابِ الیم ہے لہٰذا یہاں بھی خوفِ خدا کو اوّل رکھو دوزخ کو درجۂ ثانوی رکھو، ڈنڈے کے ڈر سے ابا سے ڈرے تو کیا ڈرے، ارے انڈا جو کھایا ابّا کی نعمتیں کھائی ہیں، انہوں نے جو پالا ہے یہ اُن کی محبت کا تقاضا ہے کہ ان کو ناراض نہ کریں اسی طرح اللہ کی ناراضگی کے خوف سے گناہ چھوڑ دو کہ ہم آپ کو ناخوش نہیں کرنا چاہتے، اپنا دل توڑ دیں گے یعنی دل کی حرام خوشیاں توڑ دیں گے آپ کا قانون نہیں توڑیں گے کیونکہ آپ ہمارے پالنے والے ہیں، یہ حقِ شرافت ہے، یہ اللہ کی محبت اور تربیت کا حق ہے۔

آپ سوچئے! آپ کا بیٹا کہتا ہے کہ ابا کو ناراض نہیں کریں گے کیونکہ ابا انڈے کھلاتے ہیں، مرنڈا پلاتے ہیں، آپ کے ڈنڈے سے ہم اتنا نہیں ڈرتے جتنا آپ کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں۔ تو بتایئے! وہ شریف لڑکا ہے یا نہیں؟ ایک لڑکا کہتا ہے کہ بھئی! یہ کام نہ کرو ورنہ ابا ڈنڈے لگائے گا اور ایک بیٹا کہتا ہے کہ نہیں باپ نے ہم کو پالا ہے ہم اپنے باپ کو ناخوش نہیں کرنا چاہتے تو کس کا درجہ زیادہ ہے؟ تو اللہ کی نافرمانی اس لئے چھوڑو کہ اللہ تعالیٰ کے ناخوش ہونے سے ڈرو۔ تو یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ کی یہ شرح ہے۔

اولیائے صدیقین کون لوگ ہیں؟ ایک علمِ الہامی

تو یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی صدیق کی تین تعریفیں تھیں۔ اب جس مبدأ فیاض سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوا اسی مبداء فیض سے

اللہ تعالیٰ نے اختر کے قلب کو صدیق کی ایک اور تعریف بخشی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

((اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْاَنْفَاسَ کُلَّھَا فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ وَلَا یَشْتَغِلُ نَفَسًا وَّاحِدًا فِیْ عِصْیَانِ رَبِّہٖ))

صدیقین اللہ کے عاشقوں کا وہ طبقہ ہے جو اپنی ہر سانس کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرتے ہیں، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت کی درآمدات واستیرادا اور امپورٹنگ نہیں کرتے ہیں، اختر کی رپورٹنگ سنی آپ نے۔ دیکھو! صدیق کی یہ چوتھی تعریف میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور اولیاء صدیقین کے خط منتہا تک اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے احباب کو اور ان کے گھر والوں کو بھی پہنچا دے، آمین۔

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

ذکر کا شکر پر مقدم ہونے کا راز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ:

﴿فَاذْکُرُوْنِیْۤ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۝﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵۲)

تو اس آیت میں ذِکر کو شکر پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ ذکر کی نسبت اللہ سے ہے اور شکر کی نسبت مخلوق سے ہے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۱۹۱)

اس آیت میں ذکر کا تعلق خالق سے ہے اور فکر کا تعلق مخلوق سے ہے۔

فَاِنَّ الذِّکْرَ لِلْخَالِقِ وَالْفِکْرَ لِلْخَلْقِ

کہ اللہ کا ذکر کرو اور اس کی مخلوق میں غور وفکر کرو۔ اور انہیں آیات سے کلامِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مقتبس ہے کہ:

((تَفَكَّرُوْا فِي الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي الْخَالِقِ فَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ قَدْرَهٗ))

(کنزُالعمال۔ ج۳،ص۱۰۶۔ رقم۵۷۰۶)

کہ اللہ کی مخلوق میں تو غور وفکر کرو لیکن اللہ کی ذات میں غور وفکر مت کرو کیونکہ اللہ کی غیر محدود ذات پاک کا احاطہ تم اپنی عقل میں نہیں لا سکتے۔ کیا عجیب عجیب علوم ہیں!

کمالات کی نسبت اپنی طرف کرنا عینِ کفران ہے

بعض صوفی جو یہ کہتے ہیں کہ صاحب! ہم نے بڑے مجاہدات کئے ہیں تب خدا نے ہم کو یہ دیا ہے، ایسے ہی مفت میں تھوڑی دیا ہے، ایسا نہ کہو فَإِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّيْنَ مِنَ الصُّوْفِيَآءِ وَ السَّالِكِيْنَ يَنْسِبُوْنَ كَمَالَاتِهِمْ اِلٰى مُجَاهَدَاتِهِمْ وَهٰذَا عَيْنُ الْكُفْرَانِ بعض صوفیاء اور سالکین اپنے کمالات کو جو محض اللہ کی عطا ہیں ان کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرتے ہیں، ایسا مت کرو، یہ نعمتوں کی ناشکری ہے کیونکہ ہمارا مجاہدہ ناقص ہے، قابلِ مواخذہ ہے، اللہ تعالیٰ کی غیر محدود عظمتِ الٰہیہ کا حق ہمارے مجاہدات سے ادا نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ کہو کہ اے خدا! آپ کے کرم نے ہم کو بلا استحقاق یہ عنایت فرمایا ہے، یہ نہ کہو کہ میں نے کچھ کیا ہے، ہمارا کوئی عمل اس قابل نہیں ہے، یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی جنت میں اپنے عمل سے نہیں پہنچیں گے، اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مغفرت بھی اللہ کی رحمت سے ہوگی۔ تو اس مضمون کا مراقبہ بہت مفید چیز ہے، اس لئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے خوب عبادت کی توفیق دی، اللہ والوں کی صحبت میں رہنے کی توفیق دی تو شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ چونکہ تم نے بہت زیادہ صحبت اٹھائی ہے اس لئے ایسا ہوا ہے، تو یہ نعمت الگ ہے اور یہ بھی حق تعالیٰ کا کرم ہے کہ انہوں نے ہم کو

بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی توفیق دی اور جو عنایات وکمالات اللہ پاک نے عطا کیے وہ بھی ان کا کرم ہے، لہٰذا ان کی ہر نعمت پر یہ کہو کہ اے خدا! آپ کے اس کرم کا سبب محض آپ کا کرم ہے ہمارا مجاہدہ نہیں ہوسکتا اور اس رحمت کا سبب محض آپ کی رحمت ہی ہے۔ رحمت کا سبب آپ کی رحمت ہے اور کرم کا سبب آپ کا کرم ہے۔

رزق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی عقل سے اور اپنے تجربہ سے کمایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارا رزق ہمارے فضل سے ہے تمہاری عقل سے نہیں ہے، لہٰذا یاد رکھو کہ رزق کا تعلق عقل سے نہیں ہے اللہ کے فضل سے ہے۔ اسی لئے اللہ نے رزق کا نام ہی فضل رکھ دیا، قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾

(سورۃ الجمعۃ، آیت:۱۰)

اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے روزی کا نام ہی فضل رکھ دیا اسی لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت کی درخواست کی تعلیم دی گئی ہے کہ یہ کہو:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

(سنن ابن ماجه باب الدعاء عند دخول المسجد، ص:۵۶)

اور مسجد سے نکلتے وقت فضل کی درخواست کی تعلیم دی گئی ہے

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ))

(مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ رقم ۷۰۳)

کہ اب اپنے ناشتہ پانی کے لئے میرا فضل مانگو کیونکہ تم اپنے باطن میں میرے انوار حاصل کر چکے ہو، اب اپنے بطون میں میرا رزق داخل کرو تاکہ تم عبادت کے قابل بن سکو ورنہ بھوکے پڑے رہو گے تو گھر سے مسجد نہ آسکو گے۔

اَلتَّحِيَّاتُ کی شرح

اور رحمت کی تعلیم کیوں دی؟ عرشِ اعظم پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ التحیات پڑھو اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اے خدا! میری قولی عبادت، میری بدنی عبادت اور میری مالی عبادت سب آپ کے لئے خاص ہے، اَلتَّحِيَّاتُ ہماری قولی عبادت، وَالصَّلَوٰتُ ہماری بدنی عبادت اور وَالطَّيِّبَاتُ ہماری مالی عبادت سب آپ کے لئے خاص ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تین عبادات کے بدلے میں فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اپنے قول کے بدلہ میں میرا قول لے لو، میرا اسلام لے لو، سلامتی لے لو، قولی عبادت کا انعام میری طرف سے بھی قولی لے لو کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ تم پر سلامتی نازل ہو۔ اور سلام اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے، اس کے معنی ہیں اَلَّذِيْ يُسَلِّمُ عِبَادَهٗ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ جو خود بھی سلامت رہے اور اپنے دوستوں کو بھی سلامت رکھ سکے، وہ دوست نہیں ہے کہ دوست پٹ رہا ہے یا ڈاکو گھسے ہوئے ہیں اور پڑوس والا دوست جھانک رہا ہے، مارے ڈر کے کچھ بولتا ہی نہیں جبکہ اس کا دوست پٹ رہا ہے، لٹ رہا ہے اور یہ جھانک کر اپنی فکر کر رہا ہے، تو اللہ کی شان ہے

اَلسَّلَامُ هُوَ الَّذِيْ يُسَلِّمُ عَلٰى اَوْلِيَآءِهٖ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ فَيَسْلَمُوْنَ مِنْ كُلِّ مُخَوِّفٍ

(روح المعانی۔ ج ۲۸، ص ۶۳)

کہ ان کے دوست ہر خوف سے محفوظ رہتے ہیں اور دھمکی دینے والے کو دھمکا دیا جاتا ہے۔

تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ میں اللہ تعالیٰ نے قولی عبادت کا قولی انعام عنایت فرما دیا اور بدنی عبادت کا انعام کیا دیا؟ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے ساتھ کہ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تو بدنی عبادت کا یہ صلہ معراج میں آپ کو عطا ہوا، لہٰذا

آپ نے سوچا کہ میری امت اس رحمت سے کیوں محروم رہے، معراج میں جو رحمت مجھے ملی ہے وہ میری امت کو بھی مل جائے، اس لیے ہمیں یہ تعلیم دی کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت تم بھی اللہ سے یہ رحمت مانگ لو اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ اور مسجد میں داخل ہوتے وقت بلند آواز سے یہ درود شریف بھی پڑھنا چاہئے:

((بِسۡمِ اللّٰهِ - اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ))

(سننِ ابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد، ص:۵۶)

یہ بات سب کو سکھاؤ تا کہ اہلِ رسومات کی بدگمانی دور ہو۔ ہم لوگ درود وسلام نہیں پڑھتے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم دیکھئے کہ آپ نے اپنی امت کو بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہونے دیا اور ہدایت کردی کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے رہو تا کہ نماز کی اور اللہ کی رحمت کی جو نعمت مجھے معراج میں ملی تھی تو اب تم بھی نماز کے لئے جا رہے ہو تو تم کو بھی وہ رحمت مل جائے، تم بھی وہ رحمت اللہ سے لے لو۔

دیہاتوں میں مشہور ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کا نام لے لے تو اس کو طلاق ہو جاتی ہے۔ تو ایک دیہاتی عورت کے شوہر کا نام رحمت اللہ تھا اور اس کی بیٹی کا نام خاتون تھا، اس نے جب نماز کے بعد سلام پھیرا تو کہا السلام علیکم خاتون کے ابّا۔ مارے ڈر کے رحمت اللہ نہیں کہا۔

رزق میں برکت کی تفہیم کی ایک مثال

اور مالی عبادت کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے وَ بَرَکَاتُہٗ فرمایا کہ اے نبی! آپ کی مالی عبادت کا صلہ یہ ہے کہ ہم آپ کے مال میں برکت ڈال دیں گے یعنی آپ کا مال کم نہیں ہوگا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صدقہ وغیرہ دیں گے تو مال کم

ہوجائے گا۔ جیسے ایک کمرہ میں دو دروازے ہیں، ایک دروازہ سے ہوا آتی ہے اور دوسرے دروازہ سے جاتی ہے تو اگر ہوا کی درآمد زیادہ ہے مثلاً نوّے درجہ ہے اور آپ نے خارج ہونے والی ہوا کا دروازہ چالیس درجہ کا رکھا ہے تو ہوا کی آمد بھی کم ہوجائے گی، جتنے پریشر سے ہوا آئے اتنے ہی پریشر سے جانی چاہیے۔ اسی طرح جتنی آمدنی ہو اُسی کے مناسب اللہ پر فدا کرو تو عالمِ غیب سے اور رزق آئے گا، رزق میں برکت ہوگی۔ یہ نہیں کہ آمدنی تو ہے ا لاکھ اور اللہ کے راستہ میں سو روپیہ دے رہا ہے۔

برکت کے معنیٰ

اور برکت کیا چیز ہے؟ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ''مفردات القرآن'' میں لکھتے ہیں اَلْمُرَادُ بِالْبَرَکَۃِ فَیْضَانُ الرَّحْمَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ برکت سے مراد اللہ کی رحمت کی بارش ہے۔ اور مال خرچ کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ کا مال میدانِ محشر میں ٹرانسفر ہوجائے گا، اور ایک پر دس کا وعدہ ہے، یہ سب مالک کا کرم ہے۔

ایک لطیفہ

ایک مولوی صاحب نے گاؤں میں بیان کیا کہ ایک پر دس کا وعدہ ہے۔ ایک بخیل سمجھا کہ یہ وعدہ دنیا ہی میں ہے، اس نے دس اشرفیاں بڑی محنت سے پیٹ کاٹ کر جمع کی تھیں، وہ ناشتہ بھی نہیں کرتا تھا، تو اس نے دس اشرفیاں کسی مولوی یا طالبِ علم کو دے دیں اور انتظار کرنے لگا کہ اب دس پر سو کب ملتی ہیں، تین دن گذر گئے جب دس کا سو نہیں ہوا تو اس کو غم میں مروڑے اور دست آنے لگے۔ غم میں ذرا لیکوئیڈ موشن ہوتا ہے اور بار بار ہوتا ہے۔ دیہات کے لوگ کھیتوں میں زمین پر بیٹھ کر پاخانہ کرتے ہیں اور اس دوران پتھر وغیرہ سے زمین کریدتے بھی رہتے ہیں کیونکہ ان کا مسلک یہ ہوتا ہے کہ

بے کار مباش کچھ کیا کر، تو زمین کریدتے کریدتے اس کو کچھ پیلا پیلا نظر آیا تب اس کو امید ہوئی کہ شاید اب اشرفیاں ملیں گی۔ اس کے بعد جب اس نے مزید کھودا تو پرانے زمانہ میں کسی نے سو اشرفیاں دفن کی تھیں وہ اس کو مل گئیں، اب وہ اشرفیاں اپنی جیب میں رکھ کر مولوی صاحب کی طرف بھاگا اور مارے خوشی کے استنجاء بھی نہیں کیا۔ وہ گاؤں بدل بدل کر وعظ کرتے تھے تو جس گاؤں میں ان کا وعظ ہو رہا تھا اس گاؤں میں جا کر مولوی صاحب کو پکڑ لیا، پھر اس سے صبر نہ ہوا اور وہ درمیانِ وعظ کھڑا ہو گیا کہ مولوی صاحب! آپ بیان مکمل کیا کرو، جہاں یہ کہتے ہو کہ ایک پر دس اشرفیاں ملیں گی وہاں ایک جملہ اور بھی کہا کرو کہ مگر دست بھی غضب کے آئیں گے، مروڑے بھی غضب کے آئیں گے۔ یہ قصہ میں نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں پڑھا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت کی وجہ

تو دوستو! خالی کتابیں پڑھنے کو کافی مت سمجھو، اہل اللہ کی صحبت سے عشقِ الٰہی بھی حاصل کرو۔

دارالعلوم روح کے جلنے کا نام ہے
دارالعلوم دل کے تڑپنے کا نام ہے

آج مولوی کی اسی لئے قدر نہیں ہے کہ وہ حاملِ عشقِ الٰہی نہیں ہے۔ دردِ دل وہ عظیم نعمت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تصدیق کی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صدیق کی جملہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ پر اور میرے صحابہ پر فضیلت کی وجہ یہ ہے:

((مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَكْرٍ النَّاسَ بِكَثْرَةِ عِبَادَةٍ وَّلَا بِكَثْرَةِ فَتْوٰی وَلَا بِكَثْرَةِ رِوَايَةٍ وَّلٰكِنْ بِشَیْءٍ مَّا وُقِّرَ فِیْ صَدْرِهٖ))

(مرقاۃ المفاتیح۔ ج ۱۷، ص ۴۷۴۔ رقم ۶۱۰۹۔ احیاء علوم الدین ج ۱، ص ۴۷)

انبیاء کے بعد میرے صدیق کی سارے عالم کے انسانوں پر فضیلت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کی روایات زیادہ ہیں یا عبادات زیادہ ہیں اور نہ آپ نے فتوے زیادہ دیئے ہیں بلکہ ان کے سینہ میں ایک دردِ دل ہے کہ ہر وقت سر بکف تھے، ہر وقت اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کے لئے تیار تھے۔ تو اہل اللہ سے یہی درد حاصل کرو۔

دوستو! اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ عبادت سے کام نہیں بنے گا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وظیفے زیادہ پڑھتے ہیں، میاں وظیفوں سے خدا نہیں ملتا دردِ دل سے ملتا ہے کہ جان ہر وقت اللہ پر فدا رکھو، یہ نہیں کہ جہاں گناہ کا معاملہ آتا ہے وہاں تسبیح در جیب اور نظر بر حسین، تسبیح پڑھتے پڑھتے جیب میں رکھ لی کہ بھئی تسبیح کی حالت میں عورتوں کو دیکھنا خلافِ ادب ہے لہٰذا پہلے تسبیح جیب میں رکھ کر پھر اطمینان سے دیکھتے ہیں، تسبیح در جیب نظر بر حسین۔

مقامِ صدیقیت

اس لئے اگر تقویٰ لینا ہے اور ولی اللہ بننا ہے تو تقویٰ اختیار کرو۔ یاد رکھو! آج بھی صدیقین کے درجہ تک پہنچ سکتے ہیں، نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے لیکن صدیقیت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور صدیقین شہداء سے افضل ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ساری زندگی کارِ نبوت انجام دیتے ہیں جبکہ شہید نے ایک دفعہ ہی جان دے دی، اس نے اپنی محبت کا تو حق ادا کر دیا مگر صدیقین زندہ رہتے ہوئے ہر

وقت اللہ تعالیٰ کے سرکاری کام میں لگے رہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اس لئے صدیق شہداء اور صالحین سے افضل ہے۔
اس ترتیب کا قرآن پاک میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

﴿مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۶۹)

دیکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا فرمایا جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ نبوت دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج میں کسی کافر کو نہیں چھوڑوں گا۔ بس میان سے تلوار نکال لی اور کافروں کی طرف دوڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا کہ خبردار! شہادت کی فکر مت کرو، تم شہید ہو کر مجھے اپنی جدائی کا غم دینا چاہتے ہو، یَا صِدِّیْقُ شِمْ سَیْفَكَ تلوار کو میان میں رکھ لو، خبردار! لَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِكَ اپنی جان سے مجھے جدا مت کرو۔

تو معلوم ہوا کہ نبوت کی حیات صدیق کی حیات کے لیے مشتاق ہوتی ہے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے:

((لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ))

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عمر ابن الخطاب رقم ۳۶۸۶)

یہاں بعض لوگ نَبِیًّا پڑھ دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں بَعْدِیْ جب ظرف آگیا، جب کَانَ کے متعلقات کَانَ سے متصل آئیں تو کَانَ کا اسم مرفوع مؤخر ہو جائے گا اور جب اِنَّ کے متعلقات مثلاً جار مجرور پہلے آئیں تو اِنَّ کا اسم منصوب مؤخر ہو جائے گا، جیسے:

((اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا))

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المتشدق فی الکلام)

یہ سِحْرٌ نہیں ہے، اسی طرح:

((اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً))

(سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ان فتنة هذه الامة فی المال)

پڑھو، آج کل بہت سے علماء گھبرا کر فِتْنَةٌ پڑھ دیتے ہیں، جب اِنَّ کے متعلقات مثلاً جار مجرور پہلے آئیں تو اِنَّ کا اسم منصوب مؤخر ہو جائے گا، اس لئے اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً، اِنَّ مِنَ الْبِيَانِ لَسِحْرًا،

((اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً))

(صحیحُ البخاری، کتابُ الادب)

پڑھو۔ اسی طرح لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ پڑھنا چاہئے کیونکہ كَانَ کا اسم مرفوع مؤخر ہو گیا۔

تو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب صدیقِ اکبر کا درجہ حضرت عمر سے زیادہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو ابو بکر صدیق ہوتے، لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کیوں فرمایا جبکہ وہ خلیفہ دوم ہیں۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ وہ بَعْدِیْ میں شامل ہی نہیں تھے، وہ تو ذاتِ نبوت میں فنا ہو گئے تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہیں تھے جیسے دودھ میں چینی گھل جائے تو چینی دودھ سے الگ نہیں ہو سکتی، اب چینی کو الگ بیان نہیں کر سکتے کہ یہ چینی ہے کیونکہ اب چینی کی اپنی ذات دودھ میں گم ہو گئی ہے۔ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فانی فی النبوۃ تھے، اس لئے آپ نے ان کو بَعْدِیْ نہیں فرمایا۔ آہ! کیا باتیں ہیں ہمارے اکابر کی! بعض وقت اپنے اکابر کے لئے دل سے یہی نکلتا ہے اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اب دیکھئے غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر

آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے تھے، اس پر ایک اِشکال ہوتا ہے کہ کہاں حضور ﷺ کی شان اور کہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ میں سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں جاسکتا، میرے پر جل جائیں گے، یہ آپ ﷺ ہی کا مقام ہے، آپ ہی کی روحانیت ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے جاسکتے ہیں۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر کیوں بے ہوش ہو گئے، اپنے سے کم رتبہ والے کو دیکھ کر کیوں بے ہوش ہو گئے؟ اس کا جواب حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے، یہ عجیب وغریب جواب ہے، اس کو سن کر مست ہو جاؤ گے، فرماتے ہیں کہ دیکھو ایک حسین ہے جس نے کبھی اپنا حسن نہیں دیکھا، ایک دن اس کو آئینہ مل گیا تو آئینہ میں اپنا ہی حسن دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔

غش کھا کے گر گیا تھا وہ آئینہ دیکھ کر
خود اپنے حسن ہی سے وہ بے ہوش ہو گیا

تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آئینۂ ملکوتیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حسنِ نبوت نظر آیا، مکہ کے کافروں کے آئینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حسنِ نبوت کیا نظر آسکتا تھا۔ کہئے جناب! یہ ہمارے اکابر کا علم ہے! یہ علم عجیب و غریب تو ہے لیکن الحمد للہ ہم غریب نہیں ہیں کیونکہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس ہمارے باپ دادا کی میراث ہے، اور مجھ کو اسے بیان کرنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ (میر صاحب نے پوچھا حضرت! یہ لَکَانَ عُمَرَ جو ہے کیا یہ کَانَ کی خبر ہے؟) فرمایا: یہ کَانَ کا اسم ہے، لَکَانَ عُمَرَ خبر منصوب ہے مگر چونکہ غیر منصرف ہے لہٰذا اسے عُمَرًا نہ پڑھ دینا۔ یہ ہمارے میر صاحب جو ہیں انہوں نے نہ ہدایۃ النحو پڑھی ہے نہ کافیہ لیکن تفسیر روح المعانی دیکھتے ہیں، ہمارے سارے حوالے خود تلاش کرتے ہیں، لوگ بھی حیران ہوتے ہیں کہ انہوں نے نہ تو شرح

وقایہ پڑھی ہے نہ ہدایہ اور نہ کوئی اور درسی کتاب پھر بھی عربی کتابیں دیکھتے ہیں۔بس ہم نے ان کو عربی قواعد پڑھا دیئے اور کچھ منتخب حدیثیں پڑھا دیں، بس ان کی گاڑی چل پڑی۔(اس پر میر صاحب نے عرض کیا کہ یہ سب حضرت کی کرامت ہے، میں خود حیرت میں ہوں۔)

حضرت والا کی قواعد نحو میں مہارت

اللہ تعالیٰ کا بہت ہی فضل و کرم ہے، بہت فضلِ عظیم ہے۔دیکھئے! تصوف کے ساتھ ساتھ علمِ دین کی نعمت جو ہے یہ کم جمع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے رب نے مجھ کو علمِ دین کے ساتھ ساتھ تصوف سے بھی نوازا ہے، آپ دیکھئے کہ میرا ہر وعظ مدلل ہے یعنی حوالہ میں صفحہ تک درج ہے کہ فتح الباری یا عمدۃ القاری کی فلاں جلد کا فلاں صفحہ۔بس یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔میں نے کبھی میزان تک نہیں پڑھایا، کسی مدرسہ میں نہیں پڑھایا لیکن جو دس سال سے شرح جامی پڑھا رہے ہیں ان کو جب میں نے مستثنیٰ کے قواعد پڑھائے تو انہوں نے کہا کہ یہ قواعد میں آج ہی سمجھا ہوں ورنہ نہ میں سمجھا تھا نہ میرے شاگرد، بس کتاب ختم کرا دیتے تھے۔میری کتاب ہے "تسہیل قواعد النحو" وہ آپ لوگ ضرور دیکھیں، بلکہ یہاں انگریزی میں ترجمہ کر دیجئے، اس میں مستثنیٰ کی طویل بحث کو ہم نے پانچ سطروں میں لانے کی کوشش کی ہے، پھر طالب علم مرتے دم تک مستثنیٰ غلط نہیں پڑھے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک عرب سے میری گفتگو ہوئی تو وہ غلط بول رہے تھے، گیارہ سے ننانوے تک کو بجائے مفرد منصوب کی تمیز کے جمع منصوب کی تمیز لاتے تھے، جیسے رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ مَسَاجِدًا بول رہے تھے حالانکہ رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ مَسْجِدًا کہنا چاہئے تھا، یہاں مسجد کی جمع مساجد نہیں بول سکتے، لیکن انہوں نے

عقل سے سوچا کہ جب گنتی جمع ہے تو جمع بولنا چاہئے۔ میں نے ان کو بتایا کہ بھئی! ایک اور دو کی تمیز نہیں آتی اَلْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ لَاتَمِیْزَلَھُمَا اور تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے، جیسے رَأَیْتُ عَشَرَ رِجَالٍ ہم نے دس آدمیوں کو دیکھا، رَأَیْتُ عَشَرَ مَسَاجِدَ پھر گیارہ سے ننانوے کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے جیسے رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا اور لِیْ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً اور سو کے بعد الی غیر النہایہ مفرد مجرور کی تمیز آتی ہے جیسے رَأَیْتُ مِأَةَ رَجُلٍ ہم نے سو آدمی دیکھے، یہاں رِجَالٍ نہیں بول سکتے۔ تو اس تفصیل سے وہ عرب اتنا خوش ہوا کہ اس نے کہا کہ آپ کی اس موضوع پر کوئی کتاب ہے؟ تو میں نے اس کو اپنی کتاب ''تسہیل قواعد النحو'' کا بتا دیا اور اس سے کہا کہ اگر تم اس کا عربی زبان میں ترجمہ کر دو تو بہت مفید ہوگا۔

تو آپ لوگ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرو تو بچوں کو آسانی ہوجائے گی، اسے پڑھانا بھی آسان ہوجائے گا اور طلبہ کے دماغ پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا، ان کو آسانی سے یاد ہوجائے گا اور پڑھانے والا بھی شکریہ ادا کرے گا۔ بس ان ہی قواعد سے ہم اپنا حقِ استادی بنا لیتے ہیں۔ یہاں ایک مولانا بیٹھے ہیں میں نے ان کو حرم شریف میں کچھ قواعد پڑھا دیئے، اور بس میں ان کا استاد بن گیا اور وہ میرے تلمیذِ حرم بن گئے، اب میں ان کی دعاؤں میں شامل رہتا ہوں۔

خانہ کعبہ میں سبزہ نہ ہونے کا راز

میرا صبح کا معمول ہے کہ میں باہر نکل کر تازہ ہوا لیتا ہوں کیونکہ بزرگوں کا قول ہے کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا۔ صبح صبح درخت آکسیجن بناتے ہیں اور شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں، اسی لیے شام کو درختوں

کے نیچے سونا نہیں چاہئے کیونکہ یہ مضرِ صحت ہوا خارج کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف کے پہاڑوں پر درخت رکھے ہی نہیں کہ دن کو تو میرے بندے آکسیجن لے لیں گے مگر شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے ڈر کے مارے کعبہ چھوڑ کے بھاگ جائیں گے تو اللہ نے وہاں کے پہاڑوں پر درخت اُگائے ہی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے کہ اپنے بندوں کو چوبیس گھنٹے اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے ہے، یہ نہیں کہ صبح تو آکسیجن سے صحت مند رہیں اور رات کو ڈاکٹروں کی تحقیق سن کر بھاگ جائیں کہ کعبہ شریف سے کہیں دور جا کر سوئیں کیونکہ درختوں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ نکلتی ہے۔ یہ دلیلِ محبتِ الٰہیہ ہے کہ میرے بندے ہر وقت میرے پاس رہیں اور ان کو قدرتی آکسیجن ملتی رہے اور وہاں کی قدرتی آکسیجن اتنی قوی ہے کہ شام اور دیگر سرسبز علاقوں کے بڑے بڑے کفار صحابہ کے مقابلہ پر نہیں آسکے۔ اور وہاں کے پہاڑوں پر درختوں کے نہ ہونے کا ایک فائدہ اور ہے کہ اگر سبزہ اور درخت ہوتا تو حج کے زمانہ میں قربانی کے جانوروں کی آنتوں اور اوجھڑی وغیرہ جو وہاں پہاڑوں پر پھینک دیتے ہیں تو ان کی رطوبت کی وجہ سے جراثیم پیدا ہوتے اور مختلف بیماریاں پیدا ہوتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں پہاڑوں پر سبزہ پیدا ہی نہیں کیا چنانچہ دھوپ میں پہاڑ گرم ہو کر بالکل آگ ہو جاتے ہیں اور سارے جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔ اور تیسرا راز میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا ہے کہ اگر ہم مکہ شریف کے پہاڑوں پر درخت اور باغات لگا دیتے اور ہمارے گھر کا جغرافیہ کشمیر وغیرہ جیسا ہو جاتا تو حاجی لوگ ہمارا گھر چھوڑ کر کیمرہ لے کر وہاں کے پہاڑوں پر پڑے پکنک مناتے رہتے لہٰذا ہماری محبت کا تقاضا ہوا کہ ہم اپنے بندوں کو کہیں جانے نہ دیں، اپنے سے لپٹا کر رکھیں، انہیں پیار کرتے رہیں۔ دیکھا اللہ تعالیٰ کا جغرافیہ! اپنا گھر یعنی بیت اللہ شریف ایسی جگہ بنایا کہ حاجی جتنے

آئیں وہ پکنک منانے کی وجہ سے ہم کو چھوڑ کر نہ جائیں، ان کی سب پکنک کعبہ ہی میں ہو، انہیں سب کچھ میرے گھر ہی میں نظر آئے، وہ میری تجلیات اور میرے جلوؤں ہی میں رہیں۔

ہجرتِ مدینہ کے راز

اور ایک اور بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہجرت کیوں کروائی؟ اپنے پیغمبر اور صحابۂ کرام کو بیت اللہ اور زم زم کے پانی سے محروم کرنا بظاہر عجیب لگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ کا ثواب چھڑوا کر پچاس ہزار کے ثواب والی جگہ پر کیوں بھیج دیا؟ اور فتح مکہ کے بعد بھی ان کو وہاں آنے کی اجازت نہیں دی، اس میں کیا راز ہے؟ اب اس کا راز بتاتا ہوں:

ہجرتِ مدینہ کا پہلا راز

نمبر ا: سنئے کہ ہجرت کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام کو یہ نعمت بخشی کہ وطن کوئی چیز نہیں ہے، ہمارا وطن وہی ہے جہاں ہم سے اللہ خوش ہوں ؎

گفت معشوقے بعاشق اے فتیٰ

تو بغربت دیدئی بس شہر ہا

ایک معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ اے جوان! پردیس میں تو نے ہزاروں شہر دیکھے تجھ کو کون سا شہر سب سے اچھا لگا؟ اس نے جواب دیا کہ ؎

گفت آن شہرے کہ دروے دلبرست

وہ شہر کہ جہاں میرا محبوب رہتا ہے۔ تو عاشقوں کا شہر وہی ہے جہاں اس کا محبوب رہتا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ تمہارا وطن کچھ نہیں ہے، جہاں ہم خوش رہیں وہی تمہارا اصلی وطن ہے۔ جب ہم حکم دیں تو تم عرفات میں اپنا پڑاؤ لگاؤ،

اس وقت تم کعبہ بھی چھوڑ دو، ہمارا گھر بھی چھوڑ دو، ہمارے حکم کے آگے ہمارا گھر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی حاجی کعبہ سے لپٹا رہے کہ میں اللہ کا گھر نہیں چھوڑوں گا، عرفات، منیٰ اور مزدلفہ نہیں جاؤں گا، مجھے یہیں رہنے دو تو کیا اس کا حج ادا ہوگا؟ لہٰذا اللہ نے بتادیا کہ جہاں ہم وہیں ہمارا گھر، جس نے ہم کو راضی رکھا اس کا عجم بھی بیت اللہ ہے، جب کعبہ والے کو ساتھ رکھ رہا ہے تو کعبہ، اللہ کے سامنے کیا ہے اور جو اللہ کو ناراض رکھے ہوئے ہے تو وہ کعبہ کے اندر رہ کر بھی کعبہ والے سے دور ہے، کعبہ میں بیٹھا ہوا اور طواف میں لڑکیوں کو دیکھ رہا ہے تو بتاؤ وہ کعبہ میں تو ہے مگر کعبہ والے سے دور ہے یا نہیں؟ اسی طرح جب عربی ممالک میں اسکول کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو وہاں کے اسکول کے طلبہ پکنک منانے نہیں جاتے طواف کرنے جاتے ہیں، عمرہ کرنے جاتے ہیں۔ اب وہ جبہ بھی پہنے رہتے ہیں اور ڈاڑھی مونچھ بھی نہیں، اب کوئی امرد پرست وہاں ان لڑکوں کو دیکھے تو یہ شخص وہ خبیث ہے جو کعبہ میں رہ کر کعبہ والے کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔

حرمینِ شریفین میں نظر کی حفاظت کا مراقبہ

اسی لئے میں جب عمرہ کے لئے جاتا ہوں تو یہی ایک سبق دیتا ہوں کہ جب کعبہ میں رہو تو کسی لڑکی اور لڑکے کو مت دیکھو اور یہ سمجھو کہ یہ خدا کے مہمان ہیں اور مہمان کی اہانت میزبان اپنی توہین سمجھتا ہے، جیسے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے خبیثوں سے فرمایا کہ:

﴿قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ۝﴾

(سورۃ الحجر، آیت:٦٨)

دیکھو! یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رُسوا نہ کرو۔ تو مہمان کی رسوائی کو پیغمبر نے کہا

کہ یہ میری رسوائی ہے۔ تو اللہ کے گھر میں کسی لڑکی یا لڑکے کو دیکھنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اہانت کا معاملہ ہے۔ سوچ لو! کہ اس میں عذابِ عظیم کا خطرہ ہے لہٰذا جب اچانک کسی عورت پر نظر پڑ جائے اور وہ خوبصورت بھی ہے تو فوراً نظر بچا کر دل میں کہو کہ اے خدا! یہ عورت میری ماں سے بہتر ہے۔ وہ شخص کتنا خبیث ہوگا جو اپنی ماں سے بدنظری کرتا ہو۔ اسی طرح کوئی خوبصورت لڑکا نظر آجائے تو یہ کہو کہ اے خدا! یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے کہ مدینہ پاک کا اور آپ کا مہمان ہے۔

میں جب یہ تقریر کرتا ہوں تو بڑے بڑے حاجی صاحبان اور علماء دین میرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آج اس تقریر سے ہمارا حج مزے دار ہوگیا، اب ہمارا حج تقویٰ کے ساتھ ہوگا ان شاء اللہ۔ اور وہاں جو لڑتا ہے تو پھر وہ ساری زندگی محبت سے محروم کر دیا جاتا ہے، وہ اپنے ملک میں آکر بھی محبت نہ کر سکے گا اور وہاں جس کا تقویٰ ٹوٹ جاتا ہے تو سمجھ لو کہ اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے اس کو اپنے ملک میں بھی تقویٰ نہیں ملے گا۔ اس لئے کم سے کم حج کے زمانہ میں، عمرہ کے زمانہ میں ایک بھی گناہ نہ کرو، تقویٰ سے رہو تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے آپ کو اپنے ملکوں میں بھی تقویٰ سے رہنے کی توفیق دے گا کہ اس بندہ نے ہمارا احترام کیا، اب اس کو اس کے ملک میں بھی یہ نعمت دے دو۔

ہجرتِ مدینہ کا دوسرا راز

نمبر ۲: اللہ نے اپنی رزّاقیت کا اعتماد بحال کیا ہے کہ کیا تم کو ہم پر بھروسہ نہیں ہے کہ اپنی دکان سے چپٹے ہوئے ہو، دکان چھوڑو، دروازۂ رزق کو چھوڑو، رزق کے اسباب چھوڑو اور رزاق کو اپنے ساتھ مدینہ شریف لے جاؤ، دیکھیں کیسے بھوکوں مرتے ہو۔ لہٰذا صحابہ سب چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے، کس قدر عظیم الشان

توکل تھا اور ماشاء اللہ وہاں سب کے سب روزی میں لگ گئے، کسی کو کوئی کمی نہیں ہوئی۔

ہجرتِ مدینہ کا تیسرا راز

نمبر ۳: غیر اللہ سے نظر ہٹ کر اللہ ہی پر نظر ہوگئی، عشق کی تکمیل ہوگئی، محبت کی تکمیل ہوگئی۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو تاکہ تم بھی بے وطن ہو اور شیخ بھی بے وطن ہو، دونوں بے وطنوں پر اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے کہ یہ میری محبت میں مارے مارے پھر رہے ہیں، بال بچوں سے دور، کاروبار سے دور، گھر سے دور لہٰذا ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
مے ہوجاتی ہے تیز غریب الوطنی میں

چنانچہ جب موقع مل جائے چاہے دو تین ہی دن ہوں اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو پھر ان شاء اللہ اس کا فائدہ دیکھنا۔ اگر پیر تو بے وطن ہے مگر تم اپنے وطن میں بیٹھے ہوئے ہو تب بھی فائدہ تو ہوگا مگر تھوڑا ہوگا، اگر مکمل فائدہ چاہتے ہو تو پیر کے ساتھ سفر کرو، شیخ کے ساتھ بے وطن ہوجاؤ۔ جب دنیا کی محبت سے دل پاک ہوگیا تو صحابہ کرام کیسے بے جگری سے لڑتے تھے۔

حضرت والا کی اپنے شیخ سے وفاداری

تو اس میں بہت بڑا سبق ہے کہ کبھی کبھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اللہ کے لئے سفر کرو۔ جب میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تشریف لاتے ہیں تو پھر میں یہ نیت کرلیتا ہوں کہ حضرت کراچی سے خیبر تک جہاں جہاں جائیں گے ہم بھی حضرت کے ساتھ رہیں گے ان شاء اللہ۔ میں سوچتا ہوں کہ ویسے تو میری کوئی کمائی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے

ساتھ رہنے کی اللہ نے مجھ کو خوب خوب توفیق بخشی ہے کہ الحمدللہ میں نے اللہ والوں کے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہمیشہ ان پر جان و دل سے فدا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت کو ائیر پورٹ سے شہر میں آنے کی اجازت نہیں ملی کیونکہ حضرت انڈین ہیں تو پولیس والوں نے اجازت نہیں دی۔ ہم نے بڑے وسائل استعمال کئے لیکن کامیاب نہیں ہوسکے، تو سب میرے شیخ کو چھوڑ کے چلے گئے اور حضرتِ والا ایئر پورٹ سے قریب ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ تو میں نے کہا کہ ہم تو نہیں جائیں گے کہ میرا شیخ ہندوستان سے آکر یہاں ایئر پورٹ پر بے وطن ہوا اور میں اپنے بال بچوں میں رہوں، یہ غیرتِ محبت کے خلاف ہے چنانچہ میں نے بھی اپنا بستر وہیں لگا دیا، اب ہر پانچ منٹ بعد ہوائی جہاز کا شور ہوتا، میں نے حضرت سے اتنا عرض کیا کہ حضرت! جہازوں کے شور وغل سے مجھے نیند نہیں آرہی۔ تو حضرت نے اپنا صندوقچہ کھولا اور مجھے روئی دی اور کہا کہ یہ روئی اپنے دونوں کانوں میں ٹھونس لو پھر دیکھو کیسی مزے دار نیند آتی ہے، بس میں نے کانوں میں روئی لگائی اور الحمدللہ سو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا عاشقانہ تذکرہ

اور شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اختر نے سترہ سال ایسے گذارے کہ حضرت کو میری غیر موجودگی میں فرمانا پڑا کہ اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پینے والا بچہ اماں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے، حضرت رات تین بجے سے صبح گیارہ بجے تک تہجد، تلاوت، ذکر، فجر کی نماز اور دیگر معمولات پورے کرتے تھے اور میں آٹھ آٹھ گھنٹے اپنے شیخ کے ساتھ بیٹھا رہتا تھا، یہ نہیں کہ حضرت تو عبادت کر رہے ہیں، چلو اب دوستوں سے خوشی گپی کی جائے، بات چیت کریں، ہنسیں بولیں۔ ہم اپنی جوانی میں دوستوں کا ہنسنا بولنا جانتے ہی نہیں تھے کیا ہے، میرے شیخ جو تلاوت کرتے تھے وہی میری تفریح

اور میری فرحت تھی۔ جب حضرت اللہ اللہ کہتے تھے تو میں اپنا دل اپنے شیخ کے دل سے ملا لیتا تھا کہ جب ان کے دل سے اللہ نکلا تو ہمارے دل سے بھی اللہ نکلا، آج بھی وہ مسجد حضرت کے انواراتِ ذکر میں ڈوبی ہوئی ہے، ایسی عبادت کرنے والا میں نے زندگی میں کسی اور کو نہیں دیکھا، آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرنا آسان نہیں ہے، آج کسی کی اتنی صحت ہی نہیں ہے، حضرت نے ساری عمر پہلوانی کی تھی، حضرت کا سینہ ایسا تھا کہ ناک سے نوے ڈگری کی سیدھ میں تھا اور فرمایا کہ تم لوگ تو ایک چمچہ گھی کھاتے ہو اور ہم تو مٹکے ہی میں ہاتھ ڈالتے تھے، بھینس خود پالتے تھے، تو گھی میں ہاتھ ڈالا اور ڈیڑھ پاؤ کلو گھی ہضم۔ اور حضرت تراویح پڑھ کر لاٹھی چلانے کی مشق کرتے تھے اور ایسی بہترین لاٹھی چلاتے تھے کہ سبحان اللہ! میرے مرشدِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ان سے لاٹھی چلانا سیکھتے تھے، ہم بھی سیکھتے تھے، تو مولانا شاہ ابرار الحق صاحب اور میں فن سپاہ گری اور فن جہاد میں کلاس فیلو ہیں، لیکن حضرت عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پہلوانی کہاں خرچ کی؟ عبادت میں۔ حضرت روزانہ دس پارے تلاوت کرتے تھے، پانچ پارے تو کبھی ناغہ ہی نہیں اور کبھی کبھی دس پارے بھی پڑھتے تھے اور ہر دس بیس آیت کے بعد زور سے اللہ کا نعرہ لگاتے تھے جیسے ریل کے انجن میں جب اسٹیم زیادہ ہو جاتی ہے تو ڈھکن کھولنا پڑتا ہے ورنہ ریل کے انجن کی باڈی پھٹ جائے تو گویا حضرت بھی اس نعرہ کے ذریعہ اپنے سینہ کی اسٹیم نکالتے تھے جیسے سینہ پھٹنے کا خطرہ ہو۔ حضرت ایسے اللہ کہتے تھے کہ مزہ آجاتا تھا، ہر دس بیس آیت کے بعد زور سے اللہ کا نعرہ مارتے اور جب اللہ کہتے تھے تو پوری مسجد ہل جاتی تھی اور تلاوت کے بعد مکمل قصیدہ بردہ اور مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں زبانی پڑھتے تھے، پھر بارہ تسبیح کرتے اور تہجد پڑھتے تھے اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد بہت روتے تھے اور

ایک دفعہ یہ شعر پڑھا ؎

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

کیا کہوں دوستو! اللہ کے عاشقوں میں جینا مرنا سیکھو تو مزہ آجائے گا ان شاء اللہ۔ اور حضرت جب دعا میں روتے تھے تو جنگل کی مسجد میں دور تک آواز جاتی تھی، جنگل کا مزہ تو حضرت نے لیا اور ان کی برکت سے مجھے بھی ملا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کعبہ کے اندر سجدہ میں اتنا زیادہ روتے تھے کہ ہم سننے والوں کے کلیجے پھٹتے تھے تو حاجی صاحب کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ اور حاجی صاحب اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِ من پیدا مکن

اے خدا! اس بندہ کو ذلیل و رُسوا نہ کرنا، اگر چہ میں ذلیل اور گنہگار ہوں مگر میرا حال قیامت کے دن مخلوق پر نہ ظاہر کرنا۔ اور حاجی صاحب عشاء کے بعد جو سجدہ میں سر رکھتے تو فجر کی اذان پر اٹھاتے تھے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اولیاء اللہ اور خدا کے عاشقوں میں رہو تب معلوم ہوگا کہ ایمان اور اسلام کیا ہے، قطب بینی کے بغیر نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ کے نام میں کیا مزہ ہے۔ تو میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ستر سال کی عمر میں رات کو تین بجے اٹھ کر گیارہ بجے دن تک ایسے ہی بیٹھے عبادت کرتے رہتے تھے، ایک دن مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! دیکھو ستر سال کی عمر میں اللہ نے مجھ کو اپنے سامنے آٹھ گھنٹے سے بٹھایا ہوا ہے۔ اور دورانِ تلاوت یہ مصرع پڑھا ؎

آجا میری آنکھوں میں سما جا میرے دل میں

اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا، محراب آخری دیوار ہوتی تھی، اس کے آگے کوئی انسان نہیں ہوتا تھا۔ بس یہ جو حضرت نے پڑھا میں نے سن کر مزہ لوٹ لیا اور یاد کرلیا۔

آجا میری آنکھوں میں سما جا میرے دل میں

اور حضرت فضاؤں میں اللہ کا نام لکھتے رہتے تھے، مجھے پتہ چل جاتا تھا کہ اب الف لکھا اب لام لکھا اور تشدید لگائی تو میں سمجھ جاتا تھا کہ حضرت نے اللہ لکھا ہے جیسے مجنوں دریا کے کنارے بار بار لیلیٰ کا نام لکھتا تھا، کسی نے پوچھا کہ اے مجنوں یہ کیا لکھ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ جب لیلیٰ یاد آتی ہے تو میں اس کا نام لکھتا ہوں۔ تو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

ارے! اللہ کا نام لو ان شاء اللہ مذکور آپ کو یہیں مل جائے گا، لیلیٰ تو ہر وقت نہیں مل سکتی لیکن مولیٰ ایسے پیارے ہیں کہ جہاں ان کا نام لو وہیں ان کا مسمیٰ ہے، دونوں جہان میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ اللہ کا نام لو اور مسمیٰ وہاں نہ ملے:

﴿وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾

(سورۃ الحدید، آیت:۴)

ہم تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم رہتے ہو، فرق یہ ہے کہ اللہ کے متقی اور خاص بندے جو اپنی آنکھوں سے موتیے کا کالا پانی نکالتے ہیں، یعنی گناہ چھوڑنے کا غم اُٹھاتے ہیں جس سے ان کا آپریشن ہوجاتا ہے اور موتیے کا پانی نکل جاتا ہے۔ تقویٰ کی برکت سے آنکھوں میں دید جلوۂ حق کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، جبکہ گناہ سے آنکھوں میں گندا پانی پیدا ہوتا ہے، آنکھوں میں حجابات ہوجاتے ہیں، گناہ انسان کو حجابات میں رکھتے ہیں اور تقویٰ حجابات کو اُٹھا دیتا ہے۔

تو میں نے دوستوں سے کہا تھا کہ ابھی اسی سفر میں ایک علمِ عظیم عطا

ہوا ہے کہ بعض بے وقوف رومینٹک مزاج والے کہتے ہیں کہ لیلیٰ تو نقد ہے اور مولیٰ اُدھار ہے۔ تو میں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے، جنت تو اُدھار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ جنت تو میں نے اُدھار رکھی ہے مگر تمہارا مولیٰ تو نقد ہے، میرا نام لو تم ہم کو اپنے دل میں پاؤ گے۔ تو مولیٰ ادھار نہیں ہے جنت ادھار ہے اور جنت سے خالقِ جنت افضل ہے لہٰذا جب دل میں مولیٰ ملتا ہے تو سارا جہان اس کی نگاہوں سے گر جاتا ہے، اللہ والوں کی نگاہوں سے بادشاہت ایسی ہی تھوڑی گرتی ہے، جب تخت و تاج کی بھیک دینے والا ان کے دل میں آتا ہے تب انہیں سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہوتے نظر آتے ہیں، لیلاؤں کے سب نمک جھڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، سورج چاند میں لوڈ شیڈنگ نظر آتی ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کی عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور ؎

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

واللہ! کہتا ہوں کہ دونوں جہاں میں اللہ سے بڑھ کر کوئی مزہ نہیں ہے، خالقِ لذاتِ کائنات سے لذتیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

مولانا عبدالحمید اور مولانا یونس پٹیل نے ایک دن کہا کہ ہم نے زندگی میں پہلی دفعہ ایسی تقریر سنی ہے کہ مُلّا سلاطین کے تخت و تاج کو چیلنج کرتا ہوا اور لیلائے کائنات کے نمکیات کو چیلنج کرتا ہو، سورج اور چاند کی روشنی کو چیلنج کرتا ہو۔

میں نے کہا کہ یہ ہمارے بزرگوں کی دعائیں ہیں، میرا کوئی کمال نہیں ہے، میں نے اولیاء صدیقین کی صحبت اٹھائی ہے، میرا گمان اقرب الی الیقین یہ ہے کہ میرے تینوں شیخ یعنی حضرت شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت والا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سب کے سب اولیاء صدیقین کے مقام پر تھے۔

صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھے صحابہ کے

میرا آنکھوں دیکھا حال ہے کہ ہندوستان میں کافی تعداد میں ہندو مسجد گرانے کے لئے آئے اور وہاں بس حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے اور میں تھا جبکہ کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی، تو حضرت نے فرمایا کہ اگر مسجد کو ہاتھ بھی لگایا تو تمہاری گردنیں پکڑ کر مسجد کی بنیاد میں دفن کردوں گا بس مارے ڈر کے سب بھاگ گئے۔ اور ایک مرتبہ دس ہزار ہندو جمع تھے، ان کے یہاں ہر سال راون وسیتا کی یاد منانے کے لیے ڈرامہ ہوتا ہے، ان کے بھگوان رام کی بیوی سیتا کو راون لے کر بھاگ گیا تھا اور سیکنڈ ہینڈ کر کے پھر بھگوان صاحب کو واپس کر گیا تھا اور انہوں نے اس پر کوئی آبجیکشن نہیں لگایا، یہ ہندو ایسے کو خدا بناتے ہیں جو اپنی بیوی کو تحفظ نہیں دے سکا اور راکشش یعنی شیطان اسے لے گیا اور کئی سال کے بعد واپس کر گیا اور ان کے بھگوان نے یہ بھی نہیں کہا کہ اب تم ہمارے قابل نہیں ہو، ہم پاکیزہ ہیں، بھگوان ہیں، خدا ہیں اور تم نے ہماری بیوی کو سیکنڈ ہینڈ کر دیا، انہوں نے فوراً لبیک کہہ کر قبول کرلیا۔ تو ہندو ہر سال باقاعدہ اس کی یاد تازہ کرتے ہیں، ڈرامہ دکھاتے ہیں کہ راون سیتا کو لے کر بھاگ گیا اور رام اور راون دونوں ایک دوسرے کو تیر مار رہے ہیں، مقابلہ ہو رہا ہے۔ تو لوگوں نے آ کر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دی کہ راون کا مجسمہ جلایا جا رہا ہے اور اس میں قرآن شریف کا

پورا ایک رکوع ہے، حضرت وہاں لاٹھی لے کر اکیلے پہنچ گئے، ایک شاگرد مولوی شمس الحق صاحب ساتھ تھے، وہ بھی پہلے ہی سے بیٹھے ہوئے تھے، حضرت نے انہیں بلایا نہیں تھا، تو حضرت نے ہندوؤں کے دس ہزار کے مجمع کو للکارا کہ قرآنِ کریم کا یہ حصہ مجھے واپس دے دو، اگر تم نے اس میں آگ لگائی تو عبدالغنی پانچ سو ہندوؤں کو مار کر شہید ہوگا اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ ہمارے مولانا عبدالغنی صاحب پانچ سو دشمن کے لئے اکیلے کافی ہیں، اگر ہم کو جہاد کرنا ہوگا تو ہم فوج اعظم گڑھ کے عبدالغنی سے حاصل کریں گے۔ آہ! کیا شان تھی! سبحان اللہ! حضرت تو جانتے ہی نہیں تھے کہ ڈر کیا چیز ہے، ایمان ویقین کے بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَآ

اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی

خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ